رجسٹرڈ نمبر (۱۰۸) آصفیہ

شرح چندہ
سالانہ . . . . للعہ
ششماہی . . . . ؎
ماہانہ ۸/

قیمت فی پرچہ (۲/)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفت وار

اڈیٹر:-
میر حسن الدین، بی اے، ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ نمبر انگلستان

شرح چندہ
سالانہ . . . . للعہ
ششماہی . . . . ؎
ماہانہ ۸/

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

جلد (۵) | ۲۹ فروردی ۱۳۵۵ ف | ۲۷ ربیع المنور ۱۳۶۵ھ | ۲ مارچ ۱۹۴۶ء روز شنبہ | نمبر (۴۶)

سامراج کے خلاف مسلمانانِ ہند کے مظاہرے

مسٹر جناح کا تدبر

کپتان رشید کی رہائی کے خلاف مسلم نوجوانوں نے بڑے زور و شور سے آواز اٹھائی ہے۔ سارے ملک میں ہڑتالیں اور مظاہرے ہوئے۔ پچھلے کئی برس سے برطانوی سامراج کے خلاف مسلمانوں کے ایسے شاندار مظاہرے دیکھنے میں نہیں آئے تھے۔ یوپی، بہار اور بنگال کے شہروں سے برابر جلسوں اور جلوسوں کی خبریں آرہی ہیں۔ نومبر میں بنگال کے لیگی رہنما ایسے مظاہروں سے بالکل الگ تھے لیکن اب لیگی رہنما بھی ان مظاہروں میں شریک ہو رہے ہیں۔ لیگ کے ایک رہنما سہروردی جلوس کے ساتھ ساتھ چلے اور جلسہ میں شرکت بھی کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں مظاہرین کو مبارکباد دی۔ انہوں نے کہا کہ کانگریس اور مسلم لیگ کے نصب العین میں کوئی فرق نہیں۔ جو کچھ اختلاف ہے وہ اس سوال پر ہے کہ ہندوستان کی آزادی کیسے حاصل کی جائے۔

کلکتہ میں اس مظاہرے کے سلسلے میں پولیس نے کئی بار گولی چلائی۔ دہلی میں بھی ایک زبردست جلوس پولیس کی رکاوٹ کے باوجود ایوان اسمبلی کے سامنے پہونچ گیا اور برطانوی سامراج کے خلاف نعرے لگاتا رہا۔ بمبئی کے مسلمانوں نے ایک لمبا جلوس نکالا اور قیصر طرف ڈونگری میں بہت بڑا جلسہ کیا۔ برطانوی سامراج کے خلاف مسلم عوام کے یہ مظاہرے ان کے جوش و خروش کا نتیجہ ہیں۔ لیکن مسلم اخبارات اور رہنماؤں کو یہ خیال نہیں آیا کہ ان سب کی رہائی کے لئے ملک کی تمام جماعتیں متحد ہو کر آواز اٹھائیں اور اپنی متحدہ کوششوں سے حکومت پر اثر ڈالیں۔ دوسری طرف کانگریسی اخبارات اور لیڈروں نے بھی اس سے زیادہ سیاسی شعور اور رواداری کا ثبوت نہیں دیا۔ زیادہ تر کانگریسی لیڈروں اور اخباروں نے کپتان عبدالرشید کے بارے میں کچھ کہنے یا لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

پنڈت نہرو نے ایک بیان کے ذریعہ دبی انداز میں مطالبہ کیا ہے کہ اس سخت سزا میں ترمیم کی جائے لیکن اپنے بیان میں انہوں نے بعض ایسی باتیں بھی کہی ہیں جن سے اس مطالبہ کا اثر بالکل زائل ہو جاتا ہے اور نہ صرف یہ کہ کپتان عبدالرشید کے مقدمہ سے کانگریسی کارکنوں کی بے اعتنائی ظاہر ہوگی بلکہ کانگریس کے انتشار پسند گروہ کی ہمت افزائی ہوگی کہ وہ ان مظاہروں اور ہڑتالوں میں کھنڈت ڈالیں جو کپتان عبدالرشید کے لئے منظم کی جارہی ہیں۔ پنڈت نہرو کہتے ہیں کہ کپتان عبدالرشید نے اپنے مقدمہ کے دوران میں جو طرز عمل اختیار کیا اور جو بیانات دئے وہ مجھے بالکل پسند نہیں۔

بمبئی کے کانگریسی اخبار "بمبئی سینٹنل" نے تو دو قدم آگے بڑھ کر کمانڈر ان چیف کے فیصلہ کو سراہا ہے اور اس طرح اپنی حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے۔ شاید پنڈت نہرو کے بیان کا یہ ایک منطقی نتیجہ تھا۔ اس کلیہ سے اگر کوئی چیز مستثنیٰ ہے تو وہ مسٹر جناح کی ایک تقریر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسٹر جناح نے جو تقریر کی وہ سیاسی معاملہ فہمی، رواداری اور خودداری کی بہت اچھی مثال ہے۔ مسٹر جناح نے حکومت سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:-

"اس وقت آپ مجبور ہیں کہ سیاسی مجبوری ہونے والی ہے اور ملک میں بڑا جوش و خروش ہے اور بغاوت کے آثار نمایاں ہیں اس لئے آپ نے اور آپ نے پوری سزا معاف کر دی۔ اب آپ سمجھ رہے ہیں کہ لوگوں کا جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔"

مسٹر جناح نے صاف کہہ دیا کہ:-

"میں ان لوگوں کی رہائی کا مخالف نہیں ہوں۔ میں آپ کو بتا دوں کہ ان پر مقدمہ چلایا ہی کیوں جا رہا تھا۔"

مسٹر جناح نے بتایا کہ حکومت ابھی آزاد ہند فوج کے سپاہیوں اور افسروں پر بھی مقدمے چلانے والی ہے۔ کانگریس اور لیگ متحدہ طور پر ان مقدموں کی مخالفت کریں گے لیکن اگر کپتان رشید کی سزا معاف نہیں ہوئی تو پھر حکومت کی

(بقیہ صفحہ ۲)

۹۲

مملکت ہفتہ وار

۲۹ فروری سنہ ۱۳۵۵ف

انڈونیشیا اور صیانتی کونسل

ابھی حال میں انجمن اقوام متحدہ کی مجلس تحفظ کا اجلاس بمقام لندن منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں جو مسائل زیر بحث آئے ان میں ایران، یونان اور انڈونیشیا کے مسائل سب سے زیادہ اہم تھے۔ جاپان کی شکست کے ساتھ ساتھ انڈونیشیا یعنے جاوا سماٹرا کے باشندوں نے جو جاپانی حکومت کے خلاف برابر سعی جد و جہد کر رہے تھے اپنی آزاد جمہوریت قائم کرلی۔ مگر ہالینڈ کی حکومت انڈونیشیا کو دوبارہ اپنا محکوم بنانے کی کوشش کر رہی ہے۔ انگریزی فوجیں جو انڈونیشیا میں جاپان سے ہتھیار رکھوانے کیلئے روانہ کی گئی تھیں وہ ہالینڈ کے سامراجیوں کی مدد کر رہی ہیں۔ یوکرینی وفد کے ایک رکن نے اقوام متحدہ کی مجلس تحفظ میں یہ مطالبہ کیا کہ انڈونیشیا کی صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لئے مجلس تحفظ کی طرف سے ایک تحقیقاتی کمیشن روانہ کیا جائے۔

صیانتی کونسل میں انڈونیشیا کا مسئلہ زیر بحث آنے کے بعد سے اس کو بڑی اہمیت حاصل ہوگئی۔ یوکرینی وفد نے جب اس مسئلہ سے متعلق ایک قرارداد پیش کی تو اس پر بڑی گرم بحث ہوئی جس میں برطانیہ، ہالینڈ اور روس کے نمائندوں نے نمایاں حصہ لیا۔ اس امر کی نسبت دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ انڈونیشیا کی افسوسناک صورت حال کو جلد ختم ہو جانا چاہیئے اور ایسا حل دریافت ہونا چاہیئے جو انڈونیشیا کے باشندوں کی آزادی کا ضامن ہو۔ مگر بجا طور پر اس امر میں شبہ کیا جا سکتا ہے کہ اقوام متحدہ کی مجلس میں انڈونیشیا سے متعلق جو مباحث ہوئے اس سے یہ مقصد حاصل ہو سکے گا۔ اس جدید بین الاقوامی ادارہ کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ کسی خود مختار مملکت کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ کیجائے۔ یہ اصول یقیناً قابل احترام ہے مگر محکوم اقوام کی آزادی کا مسئلہ بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ اگر یہ ادارہ چاہتا ہے کہ انڈونیشیا کے باشندے آزادی و خوشحالی سے متمتع ہوں تو اس مسئلہ کو بین الاقوامی اقتداری سیاسیات میں مہرے کے طور پر کام میں نہ لانا چاہیئے۔ اور ہالینڈ اور انڈونیشیا کی گفتگو کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ولندیزی حکومت نے اس مسئلہ کو دستوری طریقہ پر حل کرنے کا پیشکش کیا ہے۔ اس پیشکش میں انڈونیشیا کو ہالینڈ کے مساوی درجہ اور دولت عامہ کی حیثیت دینے کا وعدہ کیا گیا ہے اور یہ اختیار بھی دینے کا وعدہ کیا گیا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد اگر انڈونیشیا چاہیے تو ہالینڈ سے اپنے تعلقات منقطع کرسکتا ہے۔

مجلس تحفظ میں یوکرینی مطالبہ کی نامنظوری اور مصری قرارداد کے استرداد کے بعد ڈاکٹر وان موک ولندیزی حکومت کا پیشکش لے کر بٹاویا پہنچے مگر اس پیشکش پر ابھی انڈونیشیا کے نمائندوں سے گفت و شنید شروع نہیں ہوئی۔ اخباری اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وان موک اور ڈاکٹر سشر کے مابین دو مرتبہ نجی طور پر ملاقات ہوئی۔ سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ اس مسئلہ کو عمداً طوالت دی جا رہی ہے تاکہ اس تاخیر سے فائدہ اٹھا کر ہالینڈ سے کافی فوجیں انڈونیشیا روانہ کی جاسکیں اور اگر گفتگو ناکام ہو جائے اور انڈونیشیا کے مطالبات کی قبولیت کا امکان باقی نہ رہے تو انڈونیشیا کی تحریک آزادی کو آسانی سے کچلا جاسکے۔ اگر ایسے واقعات رونما ہوئے تو انجمن اقوام متحدہ کا ادارہ یہ کہہ کر بے تعلق رہ سکتا ہے کہ وہ کسی خود مختار مملکت (ہالینڈ) کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دے سکتا۔ اس طرح ہالینڈ کے عمل پر اقوام متحدہ کی طرف سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔

جس وقت صیانتی کونسل میں یوکرینی نمائندے نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ انڈونیشیا کی صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لئے مجلس تحفظ کی جانب سے ایک تحقیقاتی کمیشن روانہ کیا جائے اور اس سلسلہ میں مصری وفد کی جانب سے جب ایک قرارداد بھی پیش کی گئی تھی اور یہ الزام لگایا گیا تھا کہ برطانوی فوجیں انڈونیشیا کے خلاف سامراجی قوتوں کو مدد دے رہی ہیں تو ان الزامات کا جواب دیتے ہوئے مسٹر بیون برطانوی وزیر خارجہ نے ایک اضطراری کیفیت کا اظہار کیا۔ اس الزام کی تردید میں جو دلائل پیش کئے گئے ان کا جواب دینے کے لئے انڈونیشیا کا کوئی نمائندہ صیانتی کونسل میں موجود نہیں تھا۔ اگر اقوام متحدہ کی انجمن فی الواقعی انڈونیشیا کا مسئلہ حل کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہئے کہ انڈونیشیا کو بھی اقوام متحدہ کے ادارہ میں شریک کرے۔ اس سے یہ اندیشہ دور ہو جائے گا کہ انڈونیشیا کی آزادی میں دول یورپ حائل ہیں اور اقوام متحدہ کے ادارہ کا یہ عذر بھی باقی نہ رہے گا کہ وہ ہالینڈ جیسی خود مختار مملکت کے اندرونی معاملات میں دخل نہیں دے سکتا۔ کیا اقوام متحدہ کا یہ جدید ادارہ اپنی دور اندیشی کا ثبوت دے کر ایک مستحکم اور دیرپا امن کی ضمانت دے گا؟ قرائن سے یہ توقع پیدا نہیں ہوتی۔

حالیہ جنگ کے اختتام کے بعد یہ توقع کی جا رہی تھی کہ سامراجی قوتیں ایک دیرپا امن عالم کی خاطر محکوم اقوام کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کریں گی اور ان کے جائز مطالبات کو تسلیم کرلیں گی۔ سان فرانسسکو کے اعلان اور یورپ میں ترقی پسند عناصر کی ترقی سے یہ احساس پیدا ہو رہا تھا کہ محکوم اقوام کی آزادی کوئی دن کی بات ہے مگر حالیہ واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فرانس اور ہالینڈ جیسی سامراجی طاقتیں جو اس جنگ میں شکست کھا چکی تھیں اب اپنی سامراجیت کو بحال اور برقرار رکھنے کے لئے پوری طرح کوشاں ہیں اور دول یورپ پہلے کی طرح اقتداری سیاسیات میں الجھے ہوئے ہیں۔ محکوم اقوام سے جو وعدے دوران جنگ میں ان کے لئے کئے گئے تھے وہ طاق نسیاں میں رکھ دیئے گئے۔ صیانتی کونسل میں انڈونیشیا سے متعلق جو روش اختیار کی گئی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اقوام متحدہ کا یہ جدید ادارہ بھی سابقہ جمعیت اقوام سے

کسی طرح مختلف نہیں۔

ہالینڈ کی پیش کش سے متعلق انڈونیشیا کے ردعمل کا اظہار اس اطلاع سے ہوتا ہے جو بٹاویہ سے آئی ہے انڈونیشیا کے باشندوں نے ایک قرارداد کے ذریعہ اپنی حکومت سے خواہش کی ہے کہ وہ اقوام متحدہ سے ایک تحقیقاتی کمیشن روانہ کرنے کا مطالبہ کرے تاکہ یہ کمیشن خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کہ صرف انڈونیشیائی جمہوریہ کو اقتدار اعلیٰ حاصل ہے اور مشورہ اس کمیشن کے ذریعہ اس بات کو ثابت کر دیا جائے کہ ہالینڈ جو ذمہ داری انڈونیشیا سے متعلق محسوس کرتا ہے وہ محض بے بنیاد ہے کیونکہ انڈونیشیا کے باشندوں نے اپنی جمہوری حکومت کو یہ ذمہ داری دے دی ہے۔

اگر اقوام متحدہ کا ادارہ انڈونیشیا کے اس مطالبہ کو قبول نہ کرے اور عدم مداخلت کی پالیسی پر کاربند رہے تو اس عالم ایک سراب سے زیادہ سے حیثیت نہ رکھے گا اور انڈونیشیا سے جو شعلے بھڑک اٹھیں گے وہ سارے ایشیا میں پھیل جائیں گے

رپورٹ نظم و نسق کی اشاعت میں تاخیر

گزشتہ ہفتہ ہمیں رپورٹ نظم و نسق بابتہ ۱۳۵۵ف کی ایک کاپی وصول ہوئی اس میں شک نہیں کہ گزشتہ چند سال سے حیدرآباد کو غیر معمولی حالات سے گزرنا پڑا ہے اور دوران جنگ میں جبکہ تمام سرکاری محکمے ہنگامی حالات سے نپٹنے میں مصروف تھے سرکاری رپورٹوں کی بروقت اشاعت میں تاخیر ناگزیر تھی لیکن ۱۳۵۵ف کی رپورٹ کا دو سال کے بعد ۱۳۵۷ف میں شائع ہونا باعث تعجب ہے۔ یہ تاخیر اس قدر غیر معمولی ہے کہ اس کی وجہ سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔ ۱۳۵۵ف کی رپورٹ اب ہمارے لئے صرف ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ یوں تو گزشتہ دو سال کے دوران میں نظم و نسق کے مختلف شعبوں سے متعلق حکومت کی جانب سے وقتاً فوقتاً اعلانات اور پریس نوٹ شائع ہوتے رہے۔ اور پبلک کو نظم و نسق کے اہم معاملات سے آگاہ کر دیا گیا لیکن جب تک ختم سال پر پورے سال کی رپورٹ شائع نہ ہو نظم و نسق کی مکمل تصویر سامنے نہیں آسکتی۔

جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا ہے ۱۳۵۵ف کی رپورٹ میں جو امور درج ہیں وہ عوام کے لئے اس وقت صرف تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ البتہ رپورٹ کا وہ حصہ جس میں حیدرآباد کے خارجی مسائل کا تذکرہ ہے اس سے عوام ناواقف ہیں اس لئے ان مسائل کا اجمالی ذکر ہم یہاں ضروری سمجھتے ہیں۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ حیدرآبادی وفد نے جب سر اسٹافورڈ کرپس سے ملاقات کی تھی تو اس نے خصوصیت کے ساتھ ان نقاط کو زیر بحث رکھا جو شبہات و مشکلات یا اطلاق کرپس کے کسی ایسے مفہوم یا تصور سے پیدا ہوئے تھے جن کا تعلق حیدرآباد اور اس کے خاص معاہداتی حقوق سے تھا۔ دہلی کے مباحث ختم ہو چکے تو حکومت حیدرآباد کی طرف سے جن امور پر زور دیا گیا تھا وہ وزیر ہند اور سر اسٹافورڈ کرپس سے مراسلت کے ذریعہ ریکارڈ کئے گئے۔ اس کے علاوہ ۱۳۵۵ف میں متعدد امور دستوری کی جانب سے حسب ذیل معاملات کی نسبت حکومت ہند سے تحریکات کی گئیں:۔

(۱) علاقہ جات زیر انتظام میں دیا سلائی پر جبر کردہ چنگی سے متعلق مملکت آصفیہ کا دعویٰ۔

(۲) کوئلے کے محصول چنگی اور ان کی نگرانی کی تدابیر سے متعلق سنہ ۱۹۳۸ء کے تجارتی معاہدہ کی روشنی میں حکومت ہند کے اختیار کردہ تدابیر کی تنقیح۔

(۳) خطرات جنگ (متعلقہ کارخانہ جات) کے نتیجہ سے متعلق حکومت ہند کی اسکیم۔

(۴) جرائم بحالت عدم دوران فرائض (جن کا ارتکاب قائمندہ تاج کی جمیعت کو توالی کے افراد سے ہو) کے بارے میں عدالت ہائے ممالک محروسہ کا اختیار سماعت اور قانون جمیعت کو توالی مذکور کے تحت جرائم سے متعلق تحویل ملزمین کی کارروائی۔

(۵) احتساب۔

(۶) ممالک محروسہ میں تاربرقی سے حاصل شدہ منافع میں حصہ۔

(۷) مزدوروں کے مسائل طے کرنے کے لئے حکومت ہند کی منعقد کردہ سہ جماعتی کانفرنس میں حیدرآباد کا موقف۔

(۸) لالہ گوڑہ، چلکل گوڑہ اور متو گوڑہ کے رقبہ جات ریلوے پر اقتدار کا عارضی استرداد اور ریلوے کے علاقوں پر مستقل استرداد کا مسئلہ

(۹) رقبہ جات زیر انتظام اور سرکار عالی کی عدالتی دستاویزوں کی مصدقہ نقول کی باہمی تسلیم۔

(۱۰) ممالک محروسہ میں ریلوں اور شاہراہوں کے افتتاح سے متعلق چند تقریبات کی تنقیح۔

(۱۱) مشاورتی مجلس برآمدات میں حکومت سرکار عالی کی نمائندگی

(۱۲) حضرت اقدس و اعلیٰ کے اقتدار اعلیٰ کی علامت کے طور پر ممالک محروسہ میں تیار کی ہوئی دیا سلائیوں کی ڈبیوں پر ٹکٹی فیس کا استعمال۔

سطور بالا میں رپورٹ زیر بحث سے چند اہم خارجی امور پیش کئے گئے ہیں۔ یہاں ہم اس امر کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ان خارجی امور سے متعلق جو حیدرآباد کے لئے خاص اہمیت رکھتے ہیں ہمیں آج چار سال کے بعد علم ہوا۔ اگر رپورٹ نظم و نسق بروقت شائع ہوتی رہے تو ہم اتنے عرصہ تک ان امور سے لاعلم نہیں رہیں گے۔ کیا ہم توقع رکھیں کہ ارباب مقتدر بقیہ رپورٹوں کی فوری اشاعت کا انتظام کر کے اس اہم ضرورت کی تکمیل کریں گے اور عوام کو معاملات نظم و نسق سے بروقت واقف ہونے کا موقع دیں گے۔

بقیہ صفحہ اول

سامراج کے خلاف مسلمانان ہند کے مظاہرے

ہمت جہت زیر ہو جائے گی اور پھر کسی کو بھی برباد کر سکے گی۔ مسٹر جناح نے حکومت کو مخاطب کر کے کہا کہ "تم کو قربانی کے بکرے کی ضرورت تھی تم نے عبدالرشید کو پکڑا ہے۔ لیکن یہ سلسلہ یہاں ختم ہونے والا نہیں۔ تم ادھر ادھر سے کسی کو بھی پکڑو گے" لیگی اور کانگریسی رہنما اور اخبارات مسٹر جناح کی اس تقریر سے سبق نہیں لیں گے۔ اگر لیگ اور کانگریس متحد ہو کر کوشش کریں تو کیا ان عبدالرشید اور آزاد ہند فوج کے تمام ہیروں کو رہا کرایا جا سکتا ہے۔

صحیفہ مشین پریس

عنبر نگینہ اور سادہ طباعت کا مرکز

وفاقی دستور ہندوستان کیلئے موزوں نہیں

از
محمد عظیم صاحب بیری

مسلمانوں کے سواد اعظم لیگ کا مطمح نظر پاکستان ہے۔ ہندوؤں کے سواد اعظم کانگریس کا نصب العین قومی حکومت۔ کانگریس کے ہمنوا نیشنلسٹ مسلمان جن کے رہنما مولانا حسین احمد صاحب مدنی ہیں۔ ہم کو کانگریس میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ ہندوستان کی آزادی مقدم ہے اور ابنائے وطن کے ساتھ مل کر غیر ملکی حکومت کے جوئے کو اتار پھینکنا مسلمانوں کا پہلا فرض ہے۔ اور وہ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ مسلم لیگ جو کانگریس کی قیادت میں آزادی کی جد و جہد میں شریک ہونے سے گریز کرتی ہے۔ اور "پاکستان" کے مطالبہ پر مصر ہے۔ برٹش اقتداری کی حامی ہے اور ہندوستان کا آزاد ہونا نہیں چاہتی بلکہ آزادی کی راہ میں روڑہ اٹکاتی ہے۔ مسلم لیگ کا خیال ہے کہ قومی حکومت میں مسلم حقوق محفوظ نہ ہوں گے۔ اور مسلمان اکثریت کے غلام بن جائیں گے محض اندیشہ اور وہم ہی وہم ہے۔ نیشنلسٹ مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ قومی حکومت پاکستان کے مقابلہ میں مسلمانوں کے حق میں زیادہ مفید ہے۔ قومی حکومت کے قیام سے ہندو اور مسلمانوں میں اتفاق اور یکجہتی قائم رہے گی۔ "پاکستان" کا قیام ہندو مسلمانوں میں بجائے اتحاد کے کشیدگی پیدا کر دے گا۔

اس میں شک نہیں کہ ہندوؤں کا مستقبل بالکل محفوظ ہے ان کو ہندوستان کی کسی قوم کے مقابلہ میں اپنے حقوق کا تحفظ کرنا نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ کانگریس آزاد ہندوستان میں آزاد ہندو اقتدار کے قیام کے لئے بے چین ہے اور "ہندوستان کو چھوڑ دو" کے نعروں اور عدم تشدد کی پالیسی کے ذریعہ برطانوی سامراج سے ٹکراتی ہے۔ لیکن مسلم لیگ کا طریقہ کار کانگریس سے بالکل مختلف ہے وہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کو بھی آزاد دیکھنا اور آزاد رکھنا چاہتی ہے اور خود ہندوؤں کے مشہور سیاست دان مسٹر گوکھلے کی ایک تقریر کا اقتباس ملاحظہ کیجئے فرماتے ہیں۔

"چونکہ مسلمانوں کا گروہ تعداد میں ہندوؤں سے کم ہے ان کا یہ خوف ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم انگریزوں کی حکومت سے نکل کر ہندوؤں کی حکومت میں آجائیں یہ خیال ایسا نہیں کہ اس کو مذاق میں اڑا دیا جائے جو حالت بلحاظ مردم شماری وغیرہ اس وقت مسلمانوں کی ہے اگر یہی حالت ہندوؤں کی ہوتی تو کیا عجب کہ یہی اعتراض ہمارے دلوں میں پیدا ہوتا اور ہم بھی اس خیال کو پیش نظر رکھتے اور اسی پالیسی پر عمل کرنے کو تیار ہوتے جس پر کہ اس وقت مسلمان عمل کر رہے ہیں۔"

آزاد ہندوستان میں ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جس سے ہندو اور مسلمان دونوں مطمئن ہو سکیں۔ زبردستی سے بنائی ہوئی جمہوری حکومت میں مسلمانوں کے ساتھ پورا پورا انصاف نہیں ہو سکتا لیگ اچھی طرح سمجھتی ہے کہ جمہوریت میں آزادی کا تمام فائدہ اکثریت اٹھاتی ہے اور اکثریت کے رحم و کرم پر اقلیت کی زندگی دشوار ہوتی ہے وہ نظام جس سے ہندو اور مسلمان دونوں مطمئن ہو سکتے ہیں "پاکستان" اور "ہندوستان" کے ذریعہ ہی بن سکتا ہے۔ مسلم قوم کی اقتصادی معاشرتی اور مذہبی بہبود اسی میں ہے کہ ان کا نظام بالکل جداگانہ ہو۔

کانگریس جس قسم کی حکومت کے لئے ساعی ہے اس کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ تمام ہندوستان کی حکومت ایک وحدانی مرکزی وفاق کے ماتحت ہو حکومت میں ہندو، مسلمان، سکھ، اچھوت وغیرہ اپنی اپنی مردم شماری کے لحاظ سے شامل کئے جائیں گے۔ حکومت میں کسی شخص کا کوئی عہدہ اس کی جداگانہ قومیت یا مذہب کے لحاظ سے نہ ہو۔ جب قومی حکومت کے ہر فرد کی حیثیت سے خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو محض ایک ہندوستانی کی ہوگی تو جداگانہ انتخاب، جداگانہ تہذیب جداگانہ مناصب، جداگانہ حقوق وغیرہ کے سارے قصے ختم ہو جائیں گے ہندوؤں کو بوجہ اپنی اکثریت حکومت میں غلبہ اور اقتدار حاصل ہوگا مسلمانوں کو اس اقتدار کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑے گا اور وہ اپنی سیاسی مذہبی آزادی برقرار نہ رکھ سکیں گے ان کی سبھی تجارتیں ان کے ہاتھ سے چھن جائیں گی اس اقتدار کی وجہ سے ہندو قومی اتحاد کے پردہ میں ایسے آئین بنا کر رہیں گے جن سے اکثریت کو نفع پہنچے اور ان کی طاقت مضبوط اور اس کی بنیاد استوار ہو مسلم قوم کے علاوہ ہندوستان میں بسنے والی تمام قوموں میں بہت زیادہ یگانگت اور مماثلت پائی جاتی ہے وہ سب آسانی سے آپس میں متحد ہو سکتی ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا معاملہ سب سے مختلف ہے وہ ایک جداگانہ اور مکمل تہذیب کے مالک ہیں۔ گائے کی قربانی ان کا مذہبی فریضہ بجز خدا کے کسی جاندار و بیجان چیز کی پوجا شرک۔ بھلا ہندو، سکھ، اچھوت وغیرہ کو مسلمانوں سے کسی مقصد کے ساتھ کیسے ہمدردی ہو سکتی ہے۔ تفرقہ ذات اور اختلاف مذہب مسلمانوں کے ساتھ انصاف ہونے میں ہمیشہ مانع اور حارج ہوں گے اگر مسلمان کسی ایسے قانون کی مخالفت کریں گے جس سے اکثریت کا مفاد وابستہ ہو لیکن مسلم قوم کی حق تلفی ہوتی ہو مثلاً گاؤکشی کے انسداد کا قانون تو حکومت کے تمام ممبر مسلمانوں کے خلاف آپس میں متحد ہو جائیں گے ان سب کی آواز ایک آواز ہوگی۔ مسلم ممبروں سے کہا جائے گا کہ میاں وہ دن ہوا ہوئے جب خلیل خان فاختہ اڑاتے تھے۔ گاؤکشی کا مسئلہ قومی مسئلہ ہے اور یہ حکومت قومی حکومت ہے پاکستان پارلیمنٹ نہیں جو تمہارے مذہبی مسائل اور حقوق کا لحاظ رکھا جائے علی القیاس مسلم ممبروں کی چیخ پکار کے باوجود منشا کے مطابق ہمیشہ قانون پاس ہوا کریں گے مسلمان اگر احتجاج کریں گے تو ان کی آواز بنام دیگر طاقت سے سرکوبی کی جائیگی مختصر یہ کہ قومی حکومت میں مسلمانوں کی زندگی اکثریت کے رحم و کرم پر ہوگی۔

جن ممالک میں بھی مذہبی، لسانی اور نسلی تفرقے کے باوجود ملک کی تجزی آبادی کو زبردستی ایک قوم فرض کر کے کوئی قومی حکومت بنائی گئی اس حکومت میں اقلیت کے حقوق پامال ہوئے اور وہ بری طرح کچلے گئے چیکوسلواکیہ، یوگوسلاویہ کی قومی حکومت کے واقعات شاہد ہیں کہ چیکوں اور سربوں نے سلاوک مسلمانوں اور کروٹ قوم سے جنگ آزادی میں اپنے متحد

(بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

برطانوی ہند میں ہڑتالیں اور ان کے اسباب

از

کمار گھوش

اختتام جنگ کے بعد ساری دنیا میں ہڑتالیں ہو رہی ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور آسٹریلیا میں بڑے پیمانے پر ہڑتالیں ہوئیں جنگ زدہ یورپ میں مزدور پیشہ طبقہ بہت بے چین ہے۔ ان ہڑتالوں کی وجہ سے دنیا کے معاشی نظام میں ایک ہلچل سی ہوئی ہے۔ ان ہڑتالوں سے ہندوستان بچا ہوا نہیں ہے۔ ملک کے مختلف حصوں میں کپڑے کے مزدوروں، ذرائع حمل و نقل میں کام کرنے والوں اور بلدیات کے ملازمین نے ہڑتالیں کی ہیں۔ یہ ہڑتالیں اس قدر وسیع پیمانے پر ہیں کہ ان کی ایک مکمل فہرست بنانا دشوار ہے۔ ان کی وجہ سے جو روپیہ اور وقت ضائع ہوا وہ محتاج بیان نہیں۔

زیادہ تشویشناک خبر یہ ہے کہ ریلوے کے مزدوروں اور ڈاکخانوں کے ملازمین نے ہڑتال کرنے کی دھمکی دی ہے۔ اس مسئلہ پر تبادلۂ خیال ہو رہا ہے اور ہندوستان کے قائدین حکام کو توجہ دلا رہے ہیں کہ کسی طرح یہ مصیبت ٹال دی جائے۔ سمجھوتہ کی کوشش اب تک بار آور نہیں ہوئی۔ ریلوے کے مزدوروں اور ڈاک خانوں کے ملازمین کی ہڑتال کا خطرہ اب تک باقی ہے۔ اگر یہ ہڑتال ہو تو ظاہر ہے کہ تجارت، صنعت و حرفت اور شخصی امور میں کس طرح خلل پڑے گا ریلوے ہڑتال کا اندازہ خاص کر اس امر سے بھی ضروری ہے کہ ملک کو ایک اور قحط کا اندیشہ لگا ہوا ہے اور یہ قحط جیسا کہ ذمہ دار حکام کا بیان ہے ۱۹۴۳ء کے بنگال کے قحط سے بھی زیادہ شدید ہوگا۔ یہ ایسا وقت ہے جبکہ ملک کے ذرائع حمل و نقل اور رسل و رسائل کو خلل اندازی سے محفوظ رکھنا ضروری ہے ریلوے کے مزدوروں اور ڈاک خانوں کے ملازمین کے مطالبات کو قبول کرکے ملک کو اس مصیبت سے بچایا جا سکتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ان ہڑتالوں کے جو دنیا میں وبا کی طرح پھیل رہی ہیں کیا اسباب ہیں۔ جنگ سے واپس شدہ اشخاص کے لئے روزگار فراہم کرنے کا سوال اس گھبراہٹ کی ایک اہم وجہ ہے۔ جنگ سے واپس شدہ ستر ہزار اشخاص کو ہندوستانی ریلوں میں کام پر لگایا جائے گا۔ اس لئے ریلوے میں کام کرنے والے موجودہ اشخاص میں سخت بے چینی پیدا ہو رہی ہے اور وہ اپنے مستقبل کو غیر محفوظ محسوس کر رہے ہیں اس کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں۔ تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اجرتوں میں اضافہ کا مطالبہ بھی ایک سبب ہے۔ اب تک جو ہڑتالیں ہوئی ہیں۔ ان کی سب سے اہم وجہ اضافۂ اجرت کا مطالبہ ہی تھا۔ دوسرے مطالبات یہ ہیں کہ اوقات کار میں تخفیف کی جائے۔ مقررہ چھٹیاں دی جائیں وغیرہ۔ مزدوروں کا یہ مطالبہ ہے کہ صنعتوں کو باضابطہ طور پر قومی ملک بنایا جائے اور سرمایہ داروں کے لوٹ کھسوٹ سے محفوظ کیا جائے۔

موجودہ معاشی بے چینی اور نتیجۃً ہڑتالوں کی وبا کا اگر تجزیہ کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ اس کی ذمہ داری خود حکام پر عائد ہوتی ہے۔ کیا انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ روزگار کے میدان کو وسیع کئے بغیر جنگ سے واپس شدہ اشخاص کو نامزد کرنے سے موجودہ کارکنوں میں کس طرح بے چینی پیدا ہو جائے گی۔ اس مسئلہ پر ماہرین معاشیات اور کارخانہ داروں کو بھی غور کرنا چاہئے تھا۔ اس خبر کی اشاعت سے کہ بہت سی اہم خدمات جنگ سے واپس شدہ اشخاص کے لئے محفوظ کر دی گئی ہیں۔ پرانے کارکنوں میں بے اطمینانی پیدا کرنے کا باعث ہوئی ان پرانے کارکنوں نے جنگ کے پریشان کن حالات میں بھی وفاداری کے ساتھ کام کیا تھا۔ حکام کو ان پرانے کارکنوں کے مسئلہ پر ہمدردی کے ساتھ غور کرنا چاہئے تھا۔ اب بھی وقت ہے کہ اس مسئلہ کا مناسب حل دریافت کیا جائے

جنگ سے واپس شدہ اشخاص کے لئے بھی اور ان لوگوں کے لئے بھی جو اس وقت برسر کار ہیں۔ روزگار فراہم کیا جانا ضروری ہے۔ یہ دونوں طبقے مستحق ہیں۔ مزدوروں کے رہنما انتہا پسند ہیں اور حکام قدامت پسند اور ملک کی معاشی مشنری کو چلانا ان دونوں کے ہاتھ میں ہے۔ معاشی مشنری کے سست پڑنے سے مزدوروں میں بے اطمینانی بڑھتی ہے۔ اور عوام کی روز مرہ زندگی میں خلل پڑتا ہے۔ موجودہ کارکنوں کو برسر خدمت رکھنا چاہئے اور اس اثنا میں حکومت کو نیز مختلف تجارتی اور صنعتی ادارہ کو چاہئے کہ صنعتی اور زرعی سرگرمیوں کو وسعت دے کر جنگ سے واپس شدہ اشخاص کے لئے روزگار فراہم کریں۔ جنگ سے واپس شدہ اشخاص کو تجارت اور صنعتوں میں مہارت حاصل نہیں ہے۔ اس لئے ان لوگوں کو علیحدہ کر دینے سے جو اس وقت کارخانوں میں کارگزار ہیں اور جو ان صنعتوں میں مہارت حاصل کر چکے ہیں ملک کے لئے نقصان کا باعث ہوگا۔ جن لوگوں نے اہلیت اور کارکردگی حاصل کی ہے ان کو علیحدہ کر دینا کوئی دانشمندی نہیں۔

کاروباری اداروں کا یہ اصول رہا ہے کہ کم تنخواہ یاب عملہ سے جس قدر ممکن ہو زیادہ کام لیا جائے جس سے ملازمین کی صحت اور کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ آئندہ نظام نو میں اس طریقہ کو ختم کر دینا چاہئے۔ اس لئے کم تنخواہ یاب ملازمین اور مزدور بہتر زندگی کا مطالبہ کر رہے ہیں اور ایک بہتر زندگی کے لئے معقول تنخواہ مقررہ چھٹیاں، صحت اور بیروزگاری کا بیمہ اور مناسب اوقات کار ضروری ہیں۔ آجرین کی آمریت کے خلاف بعض ممالک میں ہڑتال ایک موثر حربہ ہے۔

ان امور کے علاوہ معیار زندگی کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ ایک طویل عرصہ تک تنگی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے بعد عوام اس تکلیف سے نجات چاہتے ہیں۔ انہیں اندیشہ ہے کہ گرانی الاونس موقوف ہو جائے گا حالانکہ اشیاء کی قیمتیں بھی نہیں گھٹیں۔ اس صورت حال پر قابو پانا حکومت کا فرض ہے حکومت کو چاہئے کہ مزدوروں کے دوسرے مطالبات پر بھی توجہ کرے مثلاً صحت بخش مکان تعلیم، طبی امداد کی سہولتیں۔ ہڑتالوں کی وبا پر قابو پانے کے لئے سخت تدابیر نہیں بلکہ آجرین اور مزدوروں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید :-

مدراس میں تقریر کرتے ہوئے نوابزادہ لیاقت علی خاں نے گاندھی جی کی دھمکیوں سے متعلق کہا کہ گاندھی جی اپنے اہنسا کے مشن میں ناکام ہو چکے ہیں۔ جب ان کے قریب کے ساتھی مثلاً پنڈت نہرو اور سردار پٹیل اہنسا کے اصول کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تو پھر گاندھی جی کے اصول کو ہندوستانی کس طرح اہمیت دیں گے۔ (اورینٹ پریس)

معاصر "پیام" رقم طراز ہے کہ :-

باوجودیکہ ابھی انتخابات کے نتائج ظاہر نہیں ہوئے ہیں لیکن ایک غیر جانبدارانہ نگاہ سے دیکھا جائے تو لیگ کے لئے مسلم اکثریت کے کسی صوبہ میں بھی قطعی اکثریت حاصل کرنے کا امکان باقی نہیں رہا۔

واہ! کیا خبر پائی ادبی ہے

ابھی نتائج ظاہر نہیں ہوئے مگر رائے قائم کر لی گئی۔ مخالفت بھی انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔ اگر مولانا محمد علی مرحوم کے پرانے ساتھیوں کی نظر سے یہ ادارئیے گزرے تو وہ یقیناً یہی کہیں گے۔

ع۔ بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

انڈونیشیا کی حکومت ایک بیان میں کہتی ہے کہ انڈونیشیا کے باشندوں کو ان کی سیاسی قسمت کا فیصلہ کرنے میں مدد دینی چاہیئے (ایک خبر)

اس قدر زحمت کی کیا ضرورت ہے؟ انڈونیشیا نے آزادی کا اعلان کر کے اپنی سیاسی قسمت کا آپ فیصلہ کر لیا ہے۔

حکومت ہند کے رکن اغذیہ سر جوالا پرشاد سریواستوا خرابی صحت کی وجہ سے ہندوستانی وفد کے ساتھ برطانیہ اور امریکہ نہیں جا سکیں گے (ایک خبر)

سکھ کا ایک معاصر دریافت کرتا ہے کہ خرابی صحت کی وجہ یہ بھی تو نہیں؟

مسز ارونا آصف علی نے پنڈت نہرو کو تار دیا ہے کہ :-

بمبئی میں بحری ہڑتال نے نازک صورت اختیار کر لی ہے۔ صرف آپ ہی حالات پر قابو پا سکتے ہیں اور اس المیہ کو روک سکتے ہیں۔

مرکزی اسمبلی کی یورپین جماعت کے لیڈر کا بیان ہے کہ یہ سب کچھ پنڈت نہرو کی آتش بیانی کے نتائج ہیں چنانچہ جماعت مذکور کے لیڈر بھی پنڈت نہرو سے کہہ رہے ہیں۔

ع تم ہی نے درد دیا ہے تم ہی دوا دینا

روسیوں کے خلاف چینی طلبہ کے مظاہرے (اخبارات سرخی)

معلوم ہوتا ہے کہ چینی طلبہ میں ابھی تک ترقی پسندی کو پیدا نہیں کیا گیا۔ کیوں نہ ساحر لدھیانوی پرشاد کو چین روانہ کر دیا جائے؟

یورپ کے سائنس دان کسی درجہ میں بھی سچے ہوتے تو ایک آن میں لاکھوں انسانوں کو تباہ کرنے والا ایٹم بم ہرگز ایجاد نہ کرتے۔ جدید سائنس مذہب و انسانیت کی نفی ہے (سر سی وی رامن)

ہندوستان کے ترقی پسندوں نے شاعر مشرق کو رجعت پسند کا لقب دیا تھا جب انہوں نے یورپ کے ان سائنس دانوں کے متعلق کہا تھا کہ :-

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

آندھرا کمیونسٹ پارٹی کے سیکرٹری کی نظربندی پر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر "ریاست" لکھتا ہے کہ :-

جب کسی شخص کی آزادی کو سلب کیا جائے تو اگر یہ معلوم ہو تو اصول نصفت اس کا متقاضی ہے کہ اس شخص کو جواب دہی کا موقع دیا جائے۔ اگر اس طرح کا جواب دہی کا موقع دئے بغیر کسی شخص کی آزادی سلب کر لی جائے تو پھر وہ قانون کی حکومت نہیں کہلائے گی۔

جب مسٹر اے سولڈ موسلے کو انگلستان کی قانونی حکومت نے نظربند کیا تھا تو کیا صاحب موصوف کو جواب دہی کا موقع دیا گیا تھا؟ معاصر موصوف کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

ایرانی پارلیمنٹ کے اجلاس میں لیفٹ اور لیبارٹی جماعتوں کے ارکان نے ایک دوسرے کو چور کے نام سے مخاطب کیا۔ (ایک خبر)

اب ہمیں یقین آیا کہ ایران کو شہری آزادیاں حاصل ہیں۔

مسٹر رفیع قدوائی نے کانگریس میں دوبارہ شریک ہونے کا فیصلہ کیا ہے اور گاندھی جی کو ایک خط میں لکھا ہے اب انہیں کانگریس کی پالیسی سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (ایک خبر)

جب کانگریس مسلم لیگ کی مخالفت کی طرف مائل تھی تو مسٹر قدوائی کو کانگریس کی پالیسی سے اختلاف تھا اور اب جبکہ کانگریس مسلم لیگ سے برسر پیکار ہے مسٹر قدوائی کو کانگریس سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اکھنڈ ہندوستان کے محرک مسٹر قدوائی کی قوم پرستی!!

بلجیم کی پارلیمنٹ کے انتخابات میں کیتھولک پارٹی کو اکثریت حاصل ہوگی (اخبار کی سرخی)

یہ کیا ماجرا ہے؟ یورپ اور اس کے مقلدین تو یہ تلقین کرتے رہے کہ مذہب ایک خانگی چیز ہے۔

ہندستانی پرچار سبھا

از

امت العزیز صاحبہ

کانگریسی وزارتوں کے زمانے میں گاندھی جی ہندستان کی قومی زبان کے بارے میں کانگریسی مسلمانوں کے دلوں سے اپنا وقار کھو چکے تھے۔ ان کی ہندی نواز پالیسی، کانگریسی لیڈروں اور اخبارات کا ہندوستانی کو ہندی کہنا اور پھر گاندھی جی کا ہندستانی کا نام بدل کر ہندی ہندستانی رکھ دینا ایسی باتیں تھیں جو صاف ظاہر کرتی تھیں کہ کانگریس ہندی کو ہندستان کی قومی زبان بنانے کی خواہشمند ہے۔ اب جب کانگریسی لیڈر جیلوں سے باہر آگئے اور انہیں مسلم ماس کنٹکٹ کی ضرورت محسوس ہوئی تو گاندھی جی کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ زبان کے معاملے میں کانگریسی مسلمانوں کے دلوں میں دوبارہ اپنا اعتقاد پیدا کریں اس غرض کے لئے ان کے پاس سوائے اس کے دوسری تدبیر نہ تھی کہ وہ ہندی ساہتیہ سمیلن سے جس کے ستائیس سال سے وہ ایک سرگرم رکن تھے مستعفی ہو جائیں اور ایک جماعت ہندستانی پرچار سبھا کے نام سے کھولیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مسلمان کسی حد تک بے وقوف واقع ہوئے ہیں اور وہ اس جال میں ضرور آجائیں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ عام مسلمانوں پر اس کارروائی کا کیا اثر پڑا مگر یہ کہہ سکتی ہوں کہ اگر معمولی سمجھ کا آدمی اس پر کچھ غور کرے تو وہ ضرور اس چال کو سمجھ جائے گا۔

گاندھی جی اپنے فرمانرواؤں کی طرح گہری سیاست کے انسان واقع ہوئے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان کے بیانات کا مطالعہ بھی اسی گہرائی کے ساتھ کریں۔ اس کے بغیر ہم بات کی تہ کو نہ پہنچ سکیں گے۔ اردو ہندی کے بارے میں اب تک بیرونی نظروں سے گاندھی جی کے دو بیانات گزر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں "امرت بازار پتریکا" نے گاندھی جی اور ڈاکٹر ٹنڈن کی اس خط و کتابت کو چھاپا تھا جو ان دونوں کے درمیان گاندھی جی کے ہندی ساہتیہ سمیلن سے استعفا دینے کے بارے میں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر ٹنڈن سمیلن سے گاندھی جی کے استعفے پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ستائیس سال سے آپ کی خدمت کا شرف سمیلن کو حاصل ہے اور اس عرصہ میں سمیلن کی پالیسی ہندستان کی قومی زبان کے بارے میں یہ رہی ہے کہ ہندی کو ہندستان کی قومی زبان بنائی جائے جس کا ایک علیحدہ رسم الخط (اردو) ایک خاص طبقے کے لئے رکھا جا سکے۔ اب آپ نے نئی راہ اختیار کی ہے۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ اب تک آپ غلطی پر تھے۔ اب گاندھی جی اس کے جواب میں جو لکھتے ہیں وہ توجہ سے سنیئے :-

"میں نے کوئی راہ اختیار نہیں کی (یعنی پرانی پالیسی ہندی کو ہندستان کی قومی زبان بنانے کی اب بھی برقرار ہے) بات تو صرف یہ ہے کہ کبھی ایسا وقت ہوتا ہے جب میں کسی جماعت سے باہر رہ کر اس کی بہتر خدمت انجام دے سکتا ہوں اور کبھی اس جماعت کے اندر رہ کر۔ میں ہندی ساہتیہ سمیلن سے باہر رہ کر اس کی زیادہ خدمت کر سکتا ہوں۔"

اب ہمیں گاندھی جی کے اس آخری جملہ پر غور کرنا ہے کہ وہ ہندی ساہتیہ سمیلن سے باہر رہ کر کس طرح اس کی زیادہ خدمت کر سکتے ہیں۔ گاندھی جی نے ہندستانی پرچار سبھا کے نام سے جو جماعت بنائی ہے۔ اس کے مقاصد کی بنا پر ہر ہندستانی شخص کو ہندی اور اردو دونوں رسم الخط سیکھنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح وہ ہندوؤں کو اردو رسم الخط سکھانے کے پردے میں ہندی کو ترقی دے سکیں گے اور جب موقع دیکھیں گے اردو کو مٹا کر اس کی جگہ ہندی کو دے سکیں گے۔ اب اسی بارے میں اس کا دوسرا بیان پڑھیئے: گاندھی جی کے پیرو جب قرانی رسم الخط (ایک دفعہ گاندھی جی نے اردو کو اسی نام سے یاد کیا تھا) سیکھنے پر اپنی ناراضی کا اظہار کرتے ہیں تو گاندھی جی انہیں لکھتے ہیں اگر تم اردو رسم الخط نہ سیکھو گے تو اپنے مسلمان بھائیوں سے خط و کتابت کس طرح کرو گے پھر کہتے ہیں اگر تم نے ہندی اردو دونوں رسم الخط نہ سیکھے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم ہندوستان کی آزادی نہیں چاہتے۔ اس مختصر تمہید کے بعد گاندھی جی ہندی ساہتیہ سمیلن اور ڈاکٹر ٹنڈن پر بیان دیتے ہوئے کہتے ہیں:-

"ٹنڈن جی (گاندھی جی کا یہ بیان ہندستان سٹینڈرڈ ۲۵ نومبر ۱۹۴۵ء میں سے پڑھئے) میرے دوست ہیں۔ میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ ہم ایک طویل عرصے تک مل کر رہ چکے ہیں۔ اب اس سوال پر ہم دونوں نے مختلف راستے اختیار کئے ہیں۔ مگر ہم ایک دوسرے کی راہ میں حائل نہیں۔ میں گنگا جمنا کے ملاپ کے بعد سرسوتی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

سرسری نظر سے اس بیان کو پڑھنے والا شاید اس میں کوئی ایسی بات نہ پائے جس میں مسلمانوں کو اعتراض ہو مگر گاندھی جی کے کسی بیان کو سرسری نظر سے پڑھنا بھاری غلطی ہے۔ ان کا بیان کا ایک ایک جملہ تشریح چاہتا ہے۔ گاندھی جی کہتے ہیں کہ انہوں نے اور ڈاکٹر ٹنڈن کی ہندی ساہتیہ سمیلن نے دو مختلف راستے اختیار کئے ہیں۔ یعنی گاندھی جی نے (جیسا کہ وہ خود اوپر والے بیان میں کہہ چکے ہیں) نیا راستہ نہیں اختیار کیا بلکہ دونوں کے مختلف راستے ہیں مگر منزل ایک ہی ہے (یعنی ہندی کو قومی زبان بنانے کی) پھر خود ہی دوسرے جملہ میں مطلب کو زیادہ صاف کر دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر کہ "مگر ہم ایک دوسرے کی راہ میں حائل نہیں" اب آپ کو پورے بیان کا خلاصہ آخری ایک جملہ میں مل جائے گا جو یہ ہے کہ "میں گنگا جمنا کے ملاپ کے بعد سرسوتی کو دیکھنا چاہتا ہوں" یعنی میں ہندی اردو رسم الخط کے ملاپ کے بعد سرسوتی (ہندوؤں کی علم کی دیوی) یعنی ہندی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس ملاپ کے بعد علم کی ترقی دیکھنا چاہتا ہوں تو میں کہوں گی کہ وہ شخص احمق ہے آخر گاندھی جی کو یہ پہیلی سمجھانے کی کیا ضرورت تھی صاف الفاظ میں وہ یہ بات نہ کہہ سکتے تھے۔ (ہماری زبان)

انجمن اتحاد طلبائے جامعہ عثمانیہ کی بحالی

نواب معین امیر جامعہ کی تقریر

طلبائے جامعہ عثمانیہ اور طلبائے انجینیرنگ کالج کو مخاطب کرتے ہوئے نواب علی یاور جنگ بہادر معین امیر جامعہ نے انجمن اتحاد طلباء جامعہ عثمانیہ کے چند سال پہلے معطل کر دیئے جانے کا تذکرہ فرمایا اور پھر ان سفارشات کا ذکر کیا جو جامعہ عثمانیہ کی تحقیقاتی کمیٹی نے تین سال ہوئے اس بارے میں پیش کی تھیں اور جن کے بموجب تصفیہ ہوا تھا کہ انجمن کو اختیاری اساس پر ہی چلایا جائے پھر اس کے بعد جامعہ کے ارباب متعلقہ حالات اور فضاء کو اندازہ لگا کر کوئی اور تجویز پیش کریں۔ معین امیر جامعہ نے اس خصوص میں اپنے پیش رو کی مساعی کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اگر امتحان کا زمانہ قریب نہ آجاتا تو غالباً سال گزشتہ ان کے زمانہ میں ہی انجمن اتحاد قائم ہو جاتی۔ سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے نواب علی یاور جنگ بہادر نے کہا کہ جامعہ میں آنے کے بعد انہوں نے یہ محسوس کیا کہ جامعہ میں طلباء کیلئے نہ صرف انجمن کا قیام ضروری ہے بلکہ لازمی اساس کے بغیر وہ انجمن کامیاب بھی نہ ہو سکے گی یہ دوسری طرف جامعہ کا فرض ہے کہ انجمن کے تقاریر و مباحث میں دلچسپی لینے میں طلباء کو مجبور کریں چنانچہ جب انہوں نے انجمن کے متعلق نمائندگان طلباء سے گفتگو شروع کی تو ابتداء ہی میں لازمی اساس کے قیام کے متعلق بہ اتفاق آراء تصفیہ ہوا۔ بنیادی اصولوں اور تفصیلات کے طے کرنے کے لئے چند اجلاس منعقد ہوئے اور جو متفقہ تصفیے ہوئے ان پر نئے قواعد و ذیلی قواعد کی شکل میں مرتب و طبع بھی ہو چکے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ان نئے متفقہ دستور کے بنیادی اصولوں کو مجلس اعلیٰ نے بھی منظور فرمایا ہے اور لازمی اساس کے متعلق حکومت میں سفارش بھی کی ہے۔ معین امیر جامعہ نے پھر اس نئے دستور کی چند خصوصیات کا تذکرہ کیا جو حسب ذیل ہیں:۔

دستور میں کسی قسم کی فرقہ واری نشستیں یا تحفظات نہیں رکھے گئے ہیں اس لئے کہ خود معین امیر جامعہ اور نمائندگان طلباء کی بھی کامل طور سے یہ متفقہ رائے تھی کہ جامعہ اور اس کے کسی ادارہ یا شعبہ میں فرقہ واریت کو جگہ دینا ایک طرف تو طلباء میں تفرقہ پیدا کرنے کا باعث ہوگا اور دوسری طرف جامعہ کی فضاء کو مکدر کریگا اس کے بجائے بہت بہتر ہوگا اگر نمائندگان طلباء اور معین امیر جامعہ اپنی ایک متحدہ تنظیم اس غرض سے قائم کریں کہ انتخابات میں فرقہ واری جذبات یا محسوسات سے کام نہ لیا جائے اور انتخاب قابلیت کی بناء پر ہو جس کے جانچنے کا موقع ایک ایسے مباحثے کے ذریعہ سے رائے دہندوں کو دیا جائے گا جس میں صرف امیدواران انتخاب انتخاب کی مقررہ تاریخ سے ایک دن قبل حصہ لے سکیں گے۔ انجمن اتحاد کے معاملہ میں خود طلباء میں اختلافات موجود تھے اور گفت و شنید کے دوران میں معین امیر جامعہ نے اپنے لئے یہ موقف کیا کہ وہ مختلف زاویہ ہائے نگاہ کو ملا کر ان اختلافات کو دور کرنے اور ایک ایسے متحدہ نتیجے کے پیدا کرنے کی کوشش کریں جس سے سب کو بشمول معین امیر جامعہ اتفاق ہو سکے چنانچہ نمائندگان طلباء کی دانشمندی، ضبط، فرض شناسی اور تدبر سے انہیں اپنے اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی اور وہ ان کے شکر گزار ہیں اور مجلس اعلیٰ نے بھی ان نمائندوں کی اس مساعی کو قدر کی نظروں سے دیکھا۔ معین امیر جامعہ نے فرمایا کہ وہ ان نمائندوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں جنہیں مختلف مکاتیب خیال شریک تھے۔ نئے دستور کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ انجمن اتحاد کے سماجی پہلوؤں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے خود امیر جامعہ کے اصرار پر ارباب طلباء کا ایک کلب بھی قائم کیا جائے گا۔ چنانچہ اس تصفیہ کے بہت بعد حالیہ میں جب مدراس میں کل ہندی ایجوکیشن کانفرنس منعقد ہوئی تو اس میں بھی اس اصول کو ماہرین تعلیم نے بڑے شد و مد کے ساتھ پیش کیا کہ ہر جامعہ میں طلباء کا کلب قائم ہونا چاہئے۔ معین امیر جامعہ نے اساتذہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ وہ متوقع ہیں کہ وہ بھی اس کلب کے رکن ہوں گے۔ چنانچہ قواعد میں اس کی گنجائش رکھی گئی نیز انجمن اتحاد کے جلسوں اور مباحثوں میں بھی وہ حصہ لیں گے۔ کیونکہ علاوہ جماعت کے ان کا طلباء سے جماعتوں کے باہر بھی تبادلہ اور سماجی تعلقات کا پیدا کرنا ضروری ہے۔ دوسرا جب پھر یہ فرمایا کہ طلباء سے انجمن اتحاد کے لئے جو (۳) روپیہ سالانہ لازمی طور پر وصول کئے جائیں گے۔ ان میں سے ایک روپیہ انجمن کے لئے اور ایک روپیہ کلب کے لئے مختص ہوگا۔ اس کے علاوہ ایک روپیہ طلباء کی مختلف بزموں کو انجمن کی طرف سے بطور امداد دیا جائے گا جو ارباب انجمن کے نزدیک فی الواقع کام کرتی ہوں۔ اس طرح انجمن میں اور بزموں میں ربط اور تعلق پیدا کیا جائے گا اور بزموں کو ترغیب دلائی جائے گی کہ وہ کام کریں۔ چوتھا روپیہ غریب طلباء کی اجرت یا معاوضہ کے ذریعہ سے امداد کے لئے مختص ہوگا۔ جس کے لئے جامعہ کے (۳) عہدہ دار اور صدر و نائب صدر انجمن کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے گی۔ پہلے اس قسم کی امداد ایک قرضہ حسنہ فنڈ کے ذریعہ سے ہوا کرتی تھی اور اسے قرض حسنہ کا نام اس وجہ سے دیا گیا تھا کہ بھیک و خیرات کے تصور کے بجائے رقم دینے اور لینے میں قرض کا تصور رہے اور امداد حاصل کرنے والے طلباء جب بھی ممکن ہو بعد میں رقم واپس کریں۔ معین امیر جامعہ نے فرمایا کہ نہ تو دینے والے کو رقم کی واپسی کی توقع تھی اور نہ لینے والے کو اس کی کوئی امید تھی کہ مستقبل قریب یا بعید میں بھی وہ ادائے واپسی کرنے کے قابل ہوگا۔ اس طرح فریقین ایک فرضی تصور کے تحت اپنا جی خوش کرکے خیرات مانگتے اور دیتے رہتے تھے۔ اس اعتبار سے یہ طریقہ عملاً خودداری اور عزت نفس کے منافی پایا گیا۔ چنانچہ انہوں نے ارباب کے بجائے نمائندگان طلباء کے اتفاق سے نئے دستور میں یہ طریقہ رائج کیا ہے کہ ان طلباء کو جو کام کرنے آمادہ ہوں اور جن کی غربت مسلمہ ہو اس تعداد کے مطابق جس کا قبل از قبل اعلان کیا جائے گا جامعہ کے مختلف شعبوں، حصوں اور دفاتر میں دوران تعطیلات مختلف کاموں پر لگایا جائے گا اور اس دو ڈھائی مہینے کے کام کے معاوضہ میں آئندہ سال تعلیم کا خرچ ان کے لئے بلالازمی فیس وغیرہ جس کا اوسط اندازاً (۲۰۰) روپیہ ہوتا ہے مہیا کی جائے گی۔ اس میں چندہ تکمیل بعینہٖ انجمن چندہ بلا فیس تعلیم اور فیس امتحان شامل ہیں اور ان کے علاوہ دوران تعطیلات شہر میں رہائش وغیرہ کے انتظام کے لئے انہیں بحساب (۳۰) روپیہ فی ماہ خاص الاؤنس بھی دیا جائے گا تا کہ وہ اس الاؤنس سے رہائش کی سبیل خود مہیا کر سکیں۔ اصلاح

غریب طلبا کو ایک طرف تو کام سیکھنے اور کرنے کا موقع ملے گا اور دوسری طرف وہ پیسہ کمایا کریں گے کہ اپنی ہی باعزت محنت اور کاوش سے انہوں نے اپنی تعلیم شروع کی ہے۔ یہ رقم جامعہ کیلئے بہتر ہو گی بجائے اس کے کہ وہ اپنے کتب خانہ واپا تو دفتر وغیرہ کے موقع اور جامعہ کے کاموں کے لئے بجائے سرکار کو طلبا کے مطالبات سے زیر بار کریں اور نیز اپنے کام کے لئے طلباء سے مدد لے سکیں گے۔ دوران تقریر میں اساتذہ کو مخاطب کرتے ہوئے معین امیر جامعہ نے فرمایا کہ انہیں توقع ہے کہ علاوہ اس ایک روپیہ فی طالب علم کے جو انجمن کے ذمہ سے اس امدادی فنڈ کو دیا جائے گا اساتذہ جامعہ بھی اس فنڈ میں شرکت کریں گے اور اس کی امداد کریں گے۔ حکومت سرکار عالی نے اس فنڈ کے لئے ایک لاکھ کی رقم عطا فرمائی ہے۔ طریقہ کے انتخاب کے متعلق طلباء میں بعید اختلاف تھا اور اب یہ طے پایا ہے کہ آئندہ دو سال کے لئے بالواسطہ انتخاب فضا کے صاف کرنے کی غرض سے رائج کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد بالالتزام بلاواسطہ طریقہ انتخاب رائج ہوگا۔ اور معین امیر جامعہ کو اس کا اختیار دیا ہے کہ اگر اس مدت سے قبل ہی ان کے نزدیک فضا صاف پائی جائے تو وہ اس طریقہ انتخاب کو اس سے قبل ہی نافذ کریں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ نئے دستور کے اساسی اصول کو مجلس اعلیٰ نے ان کی سفارش پر قبول کر لیا ہے لیکن چونکہ ساتھ ہی وہ نئی اساس کی بعد سرکار عالی کے باضابطہ احکام میں یہ سفارش کی کہ پیش کر دیا جائے اور انتخابات اساس پر انجمن قائم ہو اس لئے اختیار اساس کے متعلق فرمایا کہ شرکت صدر ناپسند ہے کہ جامعہ اور طلباء کا فرض ہے کہ اساتذہ زیر جامعہ کے ہر کام کی تکمیل کی جدوجہد کریں

کہیں چنانچہ انہوں نے جلسہ میں نمایندگان طلباء اور نیز جانب سے یہ تحریک پیش کی کہ اس سال اس بنا پر اختیاری اساس پر انجمن کو قائم کر دی جائے۔ اور آئندہ سال وہ نئی اساس پر رائج کیا جائے جس کے متعلق مجلس اعلیٰ نے سفارش کر دی ہے۔ اس بیانات میں تمام انجمن اتحاد کے متعلق نواب علی یاور جنگ بہادر نے فرمایا کہ دو شنبہ یا سہ شنبہ کو مجلس دستوری کا انتخاب جماعت واری اساس پر ہوگا جس کا اعلان شنبہ کے دن تختہ اعلان پر رکھا جائے گا۔ اس کے بعد جو مجلس شوریٰ کا منعقد ہوگی اور وہ صدر نائب صدر معتمد اور ارکان مجلس انتظامی کا انتخاب کرے گی۔ جس کے بعد پنجشنبہ آئندہ کو انجمن کا ایک جلسہ مباحثہ منعقد ہوگا جس میں انجمن کے عہدہ داروں کی رسم نشینی ہوگی اور توقع کی جاتی ہے کہ اس مباحثہ میں عالیجناب نواب امیر جامعہ خود بھی حصہ لیں گے۔

عام طور سے طریقہ مباحثہ کے متعلق معین امیر جامعہ نے فرمایا کہ جامعہ میں ہر مکتب خیال کے اساتذہ اور طلباء موجود ہیں کسی کا کچھ کسی اور کا دوسرا خیال ہو سکتا ہے اور جامعہ کی جماعت منعقد ہو جانے لگی اگر رائے اور خیال کی آزادی کو ختم کر کے یکجائیت خیال پر مختلف الرائے اشخاص کو مجبور کیا جائے اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک دوسرے کے خیالات اور اختلافات کا احترام لازمی ہے ورنہ انجمن نہیں چل سکتی اور مباحثہ میں تو یہ ہوا ہی کرتا ہے کہ اگر کسی تحریک کا کوئی موافق ہو تو اس کا لازمی کوئی مخالف بھی ہوتا ہے اگر اختلافات کی بنا پر کوئی برائی ہو تو وہ بھی مشکل ہوگی۔ البتہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ طرز تقریر اور الفاظ کے استعمال میں احتیاط اور ضبط سے کام لیا جائے تاکہ ایک طرف تو یہ خیال ادا ہو سکے اور کرنے کا طریقہ صاف اور سیدھا ہو اور دوسری طرف کسی کے جذبات کو ٹھیس نہ لگے۔ سخت اور اشتعال انگیز الفاظ سے دل یا بحث تو کی تو نہیں ہوتی بلکہ خیال الجھ کر رہ جاتا

اور وہ سب سے پرانا بلکہ برا اثر ہوتا ہے اور وجہ شکایت بھی پیدا ہوتی ہے۔

آئندہ کے متعلق معین امیر جامعہ نے فرمایا کہ انہیں توقع ہے کہ انجمن، یونین کلب اور امدادی فنڈ کے اغراض کے لئے حکومت سرکار عالی سے انہیں اسی قدر رقم دی جائے گی جتنی کہ طلبا سے وصول ہوگی اقامت خانوں سے متعلق یہ توقع کی جاتی ہے کہ مزید اقامت خانے آئندہ سال تک بھی میں قائم کئے جائیں گے لیکن یہ اس شرط کے تابع ہیں کہ اس کے لئے آئندہ موازنہ میں گنجائش رکھی جا سکے۔ جہاں تک اقامت خانوں کی شرح انتظام و طعام وغیرہ کا تعلق ہے انہوں نے فرمایا کہ حال میں ایک انگریزی اخبار میں یہ کیفیت شائع ہوئی تھی کہ ہمارے یہاں کی شرح دیگر جامعات سے بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے دیگر جامعات سے دریافت کیا اور اس کیفیت کو سراسر بے بنیاد پایا۔ ہمارے پاس کی شرحوں اور دیگر جامعات کی شرحوں میں کوئی مناسبت نہیں اور اتنے تفصیل غرض کسی جامعہ میں ان سہولتوں کے ساتھ اقامتی انتظام موجود نہیں ہے البتہ موجودہ طریقہ میں وہ سب سے بڑا عیب پاتے ہیں وہ یہ ہے کہ جہاں تک انتظام میں تو اقامتی عمارت کی آسائش اور سہولتوں کی مناسبت اور کمروں کی نوعیت کے مطابق فرق کیا جاتا ہے وہاں طعام میں جامعہ کی انتظامی جامعہ میں کوئی فرق نہ ہونا چاہئے اور یہ قاعدہ اصولاً غلط ہے کہ امیر کے لئے ایک قسم کا کھانا اور غریب کے لئے دوسرے قسم کا کھانا ایک ہی جامعہ میں ہو۔ اگر کوئی طالب علم کوئی خاص کھانا اپنے لئے چاہے تو وہ بصرف زاید خرچ پر مہیا ہو سکتا ہے لیکن جو طعام روزمرہ دیا جاتا ہے وہ سب کے لئے بلا تفریق یکساں ہونا چاہئے۔ کلب کی عمارت

کے متعلق معین امیر جامعہ نے فرمایا کہ انجمن کی مستقل عمارت میں اور ہے جگہ دی جا رہی ہے اور یہ توقع ہے کہ آئندہ سال تعلیمی میں جامعہ کی سلور جوبلی کے سلسلہ میں اس عمارت کا سنگ بنیاد رکھ دیا جائے گا لیکن سنگ بنیاد رکھنے اور عمارت کو مکمل دیکھنے میں مختلف چیزیں ہیں اور چونکہ انہیں اس کی شدید ضرورت ہے کہ کلب جلد از جلد تیار ہو جائے تاکہ فراغتی طلباء کو وہاں کے طعام کا وہاں انتظام کیا جا سکے اس لئے اب ان کی یہ کوشش ہے کہ دوران تعطیلات گرما میں کوئی عارضی عمارت کلب کے لئے تعمیر کر دی جائے اور اگر وہ بھی اس مدت میں تعمیر نہ ہو سکے تو اس صورت میں کوئی اور جگہ کلب کو دی جائے گی جیسا کہ انجمن کے لئے بھی انتظام کرنا ہوگا۔

اشتہار

حاضری مدعی علیہ - مرتبہ محکمہ عدالت دیوانی منصفی سلو متعلقہ پاتھری ضلع پربھنی مورخہ ۱۰ خورداد ۱۳۵۵ف مقدمہ دیوانی ابتدائی۔

بااجلاس پنڈت گوبند راؤ صاحب بی اے ایل ایل بی منصف سلو۔ مقدمہ راتوجی نام نیوتی۔ دعوٰی دلا پانے مبلغ نام نیوتی ولد ماروتی قوم مرہٹہ عمر ۲۳ سال پیشہ مزدوری ساکن مورہ حال مدامی نامعلوم پاتھری۔

ہرگاہ تمہارے نام متعدد مرتبہ سمن اجرا کئے گئے لیکن تم پر تعمیل نہیں ہو سکی تم تعمیل سے بچنے کیلئے گریز کرتے ہو لہذا بذریعہ اشتہار حکم دیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۵ اردی بہشت ۱۳۵۵ف عدالت میں حاضر ہو کر جوابدہی کرو ورنہ یکطرفہ کارروائی عمل میں آئے گی پھر تمہارا کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

بثبت دستخط و مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت دستخط سررشتہ دار عدالت۔

بقیہ صفحہ (۳)

وفاقی دستور ہندستان کیلئے موزوں نہیں

مسلمانوں کے لئے کیسے کیسے وعدے کئے کیسے کیسے دم دلاسے دیئے اور آزادی کے بعد اکثریت نے قومی دستور حکومت میں اقلیتوں کے لئے ہر قسم کا تحفظ بھی کیا لیکن رفتہ رفتہ تمام مواعید فراموش کر دئے گئے۔ تمام دستوری تحفظات کو گلدستہ طاق نسیاں بنا دیا گیا۔ نظم و نسق ملک اور ذمہ داری کے تمام مناصب اکثریت کے افراد کے لئے مخصوص کر دیئے اور دونوں قومیں اکثریت کی محکوم بن کر رہ گئیں ایسے جمہوری نظام کو مسلمانان ہند کیسے قبول کر سکتے ہیں۔

قومی حکومت کے مفہوم کا خاکہ آپ کے ذہن نشین ہو گیا ہوگا اب ذرا پاکستان کے مفہوم پر غور کیجئے۔

پاکستان کا مفہوم یہ ہے کہ جن صوبوں میں مسلم اکثریت ہے ان سب کو ملا کر ایک آزاد مسلم حکومت قائم کی جائے مسلمانوں کی اپنی فوج ہو۔ اپنے دفاتر ہوں۔ اپنے کارخانے ہوں اپنے مدرسے ہوں۔ اپنی منڈیاں ہوں۔ تجارت اور درآمد برآمد پر اپنا کنٹرول ہو مسلمانوں کا فوجی اور سول نظام ہندوؤں کی بجائے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو۔ اسٹیشن کہتا ہے :۔

اگر لیگ اس تحریک (پاکستان) کو معرض عمل میں لانے کا پختہ ارادہ کر چکی ہے تو اسے محض ایک خواب قرار دے کر مسترد نہیں کیا جا سکتا ہندوؤں کو یہ حقیقت تسلیم کر لینی چاہیئے کہ آٹھ کروڑ مسلمان جو صحیح یا غلط ایک جداگانہ تہذیبی شعور رکھتے ہیں اور خود کو منفرد خیال کرتے ہیں۔ دوسری پچیس کروڑ افراد کی قوم کی واضح اکثریت کا راج قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ضروری نہیں کہ مسلمان ان قوانین و انتظامات کے سامنے جھک جائیں جو سروں کی گنتی پر ہیں۔ ہوں در انحالیکہ ہندوؤں کے سر تعداد میں تعداد میں بہت زیادہ ہیں یہ امر حقیقت کو نہیں بدل سکتا کہ مسلمانوں کی اکثریت اقتصادی اور تہذیبی معاملات میں یا ملازمتوں اور قلمدانوں کی تقسیم میں ہندوؤں کی اکثریت پر اعتماد نہیں رکھتی۔

یہ ہے وہ "پاکستان" جس کے مطالبہ پر کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ سامراجی قصر کا ستون بن گئی ہے۔ سرکار پرست ہے انگریز نواز ہے۔ فرقہ پرور ہے آزادی کی راہ میں حارج ہے۔ چہ خوب مسلمان اپنے تحفظ کی تدابیر بھی اختیار نہ کریں۔

اگر کانگریس "پاکستان" کے مطالبے کو تسلیم کر لے تو بلا مبالغہ آج ہندوستان آزادی کی منزل کے قریب آجائے۔ لیکن کانگریس کو انگریزوں کی غلامی منظور ہے لیکن مسلمانوں کی الگ خود مختار حکومت گوارا نہیں۔

ملک کی غذائی صورت حال سے متعلق مجلس جاگیرداران کی قرارداد

حیدرآباد، ۲۵ فروردی۔ ملک کی غذائی صورت حال کے مدنظر مجلس جاگیرداران نے اپنے جلسہ انتظامی میں حسب ذیل رزولیوشن منظور کیا ہے۔

(۱) ہندوستان کے ساتھ ساتھ ممالک محروسہ سرکار عالی کی نازک غذائی صورت پیش نظر مجلس اپنے طبقہ سے اپیل کرتی ہے کہ جملہ جاگیردار حضرات وستان رہایا کا مستقبل قریب میں پیدا ہونے والے قلت اجناس کے اندیشہ سے باخبر ہوتے ہوئے اپنے اپنے علاقہ جات میں لیوی اور احکامات رسد کی پابندی فرمائیں۔ نیز ان تمام امور پر غور کر کے عملی اقدام کریں جس سے نہ صرف غلہ کے رائیگاں جانے کے تمام ذریعوں کو مسدود کیا جائے بلکہ زیادہ سے زیادہ غلہ اگانے کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جائیں۔

(۲) مجلس محسوس کرتی ہے کہ غذائی صورت حال پر قابو پانے کے لئے اپنے علاقوں میں جتنی اراضیات بیکار پڑی ہیں ان کو کاوی پٹہ دے کر اور ایسے قطعات جن میں نزاعات کی وجہ سے کاشت بند ہو ان کا جلد از جلد تصفیہ کر کے یا منجانب متنازعین قول پر دے کر ان میں کاشت کرائی جائے۔

(۳) جن علاقہ جات جاگیر میں پانی کی قلت کی وجہ سے کاشت ملتوی ہو یا ہوتی ہی نہ ہو وہاں مجلس جاگیرداراں محکمہ سرکار عالی سے خواہش کرتی ہے کہ محکمہ جات زراعت آبپاشی کو ہدایت دی جائے کہ وہ اس خصوص میں ضروری امداد کریں اور جس سے تقاوی بہتر قسم کے بیج کی سہولتیں رعایا خالصہ کو دی جاتی ہیں اسی طرح رعایا جاگیر کو ایسی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں تاکہ علاقہ جاگیر بھی علاقہ خالصہ کے ساتھ ساتھ غذائی صورت حال کا مقابلہ کرنے میں ناکام نہ رہے۔

(۴) مجلس اپنے طبقہ کو متوجہ کرتی ہے کہ غذائی بحران کو دور کرنے کے لئے تجاویز بالا پر عمل کرتے ہوئے ذخیرہ اندوزی کے انسداد کے لئے عہدہ داران سرکار عالی کے ساتھ تعاون کرے جس کے بغیر حالات پر قابو پانا دشوار ہے

مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ

پیام شاہانہ

حیدرآباد، ۲۶ فروردی۔ عظمت مآب نواب سر سعید الملک بہادر صدر اعظم دولت آصفیہ نے مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ کے اجلاس کی جو آج سہ پہر شاہ منزل میں منعقد ہوا، صدارت فرمائی۔ ابتدا ہی میں عظمت مآب نے پیام شاہانہ سنانے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت جہاں پناہی کا پیام حسب ذیل ہے۔

"اس موقع پر جب کہ دنیا کے مختلف حصوں میں لوگوں کو اغذیہ کی قلت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور جنوبی ہند میں بالخصوص حالت نازک ہو گئی ہے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی حکومت اور رعایا کو اشیاء خورد و نوش کی تقسیم اور استعمال میں انتہائی کفایت سے کام لینے کی طرف متوجہ کروں۔ بعض غیر ممالک (مثلاً امریکہ) میں اس طرح کی کفایت اور احتیاط اس غرض سے کی جا رہی ہے کہ دوسری قوموں کو فاقہ کشی کی بلا سے بچنے میں مدد ملے جب ہم اس طرح باہر سے امداد کے طالب ہوتے ہیں تو خود ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنی ضروریات کو اسی طرح کفایت شعاری کا پابند کریں کہ نہ صرف فضول خرچی ہی نہ ہونے پائے بلکہ اغذیہ اور اشیاء خورد و نوش کے استعمال میں جہاں تک کفایت ممکن یا ضروری ہو عمل میں آئے۔ خصوصاً ایسی اشیاء کے استعمال میں جن کی حاجت خلائق میں سب سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اس طریق سے جو حالات تنگی اور فاقہ کشی ریاست کے اندر اور باہر رونما ہوئے ہیں ان میں ہم غربا کی مدد کر سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہم کو ملک کے اندر اور باہر دونوں طرح سے لوگوں کی مدد کرنی چاہیے تاکہ ہم ان کے ساتھ اپنا حق ہمسائیگی ادا کر سکیں۔

"ملک کے متمول طبقے کھانے پینے کی چیزوں کے استعمال میں بآسانی کفایت سے کام لے سکتے ہیں کیونکہ ایسی کفایت سے اس مقدار غذا میں اضافہ ہوگا۔ جو غریب طبقوں کے لئے مہیا ہو سکتی ہے۔ بہر صورت جب چہار طرف خوراک کی کمی اور قحط سالی کے سخت آثار نمودار ہیں تو یہ وقت عیش و آرام کا نہیں ہے بلکہ ہم میں سے ہر ایک کو اس مشکل کا بار مساوی طور پر برداشت کرنا چاہیے۔

جیسا کہ میں نے خود اپنے گھر بار کی حد تک کیا ہے مجھے امید ہے کہ میری حکومت بھی ایسے تدابیر اختیار کرے گی اور قواعد نافذ کرے گی۔ جن کی بنا پر اشیائے خورد و نوش کی تقسیم اور استعمال میں کفایت عمل میں آئے۔ بلکہ سرکاری اور سلامی جلسوں اور تقاریب میں بھی پوری احتیاط کو ملحوظ رکھا جائے۔ مجھے یہ توقع بھی ہے کہ ملک کے ایسے تدابیر کے نفاذ سے پیشتر ہی امرا و اعیان ملک، عہدہ داران اعلیٰ اور بالعموم متمول طبقات بطور خود اغذیہ اور اشیائے خورد و نوش کے استعمال میں ہر طرح کی احتیاط برتیں گے اور کفایت شعاری سے کام لیں گے اور خصوصاً ایسی اشیاء کو کم صرف کریں گے جیسے چاول ہیں جن پر غریب رعایا کی زندگی کا دارومدار ہے ایسے اقدام کو میں سب لوگوں کا فرض اولین سمجھتا ہوں اور توقع کرتا ہوں کہ وہ اچھے شہریوں کی حیثیت سے اپنے ان فرائض کو پوری طرح ادا کریں گے۔"

اشتہار

حاضری مدعی علیہ مرتبہ عدالت فوجداری اجلاس دوم

نمبر مقدمہ ۱۲۵ دفعہ ۱۳۵۵ف باہت ۱۳۵۵ف

بنجامدعیہ ۔ بنام بنوخبیا مدعی علیہ دعویٰ حسب دفعہ (۴۱۱) تعزیرات ۔

بنام سنی کھمیا ولد ناگیا پیشہ مزدوری ساکن تعلقہ لنگمپور موضع دیسکھ نارائن اُدو ضلع میدک

ہرگاہ مقدمہ صدر میں تمہارے نام متعدد مرتبہ سمن جاری ہوئے مگر سمن یا تو بلا تعمیل واپس آیا یا اس کی تعمیل ہوئی مگر تم نے حاضر عدالت ہوکر جوابدہی نہیں کی اس لئے اب بذریعہ اشتہار ہذا تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ مقدمہ ہذا کی سماعت تحقیقات کیلئے بیشی ۳۰ فروردی ۱۳۵۵ف یوم بوقت ۱۰ ساعت مقرر کی گئی ہے تاریخ مقررہ پر تم اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہوکر پیروی مقدمہ کرو بصورت غیر حاضری حسب ضابطہ کارروائی کی جائے گی۔ آج بتاریخ ۱۲ فروردی ۱۳۵۵ف میری دستخط و مہر عدالت سے اشتہار جاری کیا گیا فقط

شرح دستخط مختلط صاحب عدالت

اشتہار

مرتبہ عدالت دیوانی ضلع پربھنی واقع ۱۹ فروردی ۱۳۵۵ف

نمبر مقدمہ ۱۵۲ دفعہ ۱۳۵۴ف ابتدائے ۔

باجلاس مولوی سید محمود صاحب مظفر مرزا ایڈ ناظم عدالت ضلع پربھنی ۔

مدعی بنجامدعی ۔ بنام حسنت راؤ وغیرہ مدعی علیہ ۔ دعویٰ زرنقد

بنام گرپاد ولد گوبند اقوم بجام عمرہ ۳۰ ساله پیشہ ذاتی ساکن باسم علاقہ بہار ۔

ہرگاہ مقدمہ صدر میں تمہارے نام عدالت ہذا سے متعدد مرتبہ سمن اجرا ہوئے اور وہ بلا تعمیل واپس آئے لہٰذا تم کو بذریعہ ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ تم بتاریخ ۳۰ فروردی ۱۳۵۵ف وقت ۱۰ بجے اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہوکر مقدمہ ہذا میں پیروی و جوابدہی کرو بصورت عدم حاضری حسب ضابطہ کارروائی کی جائے گی ۔ اور پھر تمہارا کوئی عذر مسموع نہ ہوگا فقط

شرح دستخط مختلط صاحب عدالت ۔